تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی

قیام پاکستان اور پھر تعمیر پاکستان میں علمائے حق کی کوششوں اور جدوجہد کا
تذکرہ، اسلامی دستور سازی اور اسلامی نظام کے نفاذ میں معماران پاکستان
کی جان گسل کوششیں۔ اسلامی مملکت کے تحفظ و تشکیل سے متعلق ایک اہم دستاویز
ایک مشہور کتاب کا جدید اضافہ شدہ ایڈیشن

از جناب منشی عبدالرحمن خاں صاحب مرحوم

ادارہ اسلامیات
۱۹۰۔ انارکلی
لاہور ۔ پاکستان

تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی
ادارہ اسلامیات

تعمیرِ پاکستان اور عُلمائے ربّانی

قیامِ پاکستان اور پھر تعمیرِ پاکستان میں علمائے حق کی کوششوں اور جدوجہد کا
تاریخی تذکرہ، اسلامی دستور سازی اور اسلامی نظام کے نفاذ میں معمارانِ پاکستان
کی جاں گسل کاوشیں۔ اسلامی مملکت کے تخیل و تخلیق سے متعلق ایک اہم دستاویز
ایک مشہور کتاب کا جدید اضافہ شدہ ایڈیشن

از: جناب منشی عبدالرحمٰن خاں صاحب مرحوم

toobaa-elibrary.blogspot.com

اِدارۂ اِسلامیات
۱۹۰۔ انارکلی
لاہور ○ پاکستان
فون: ۶۲۲۵۳

نام کتاب ـــــــــ "تعمیرِ پاکستان اور علمائے ربانی"

طباعت دوم ـــــــــ جولائی ۱۹۹۲ء

باہتمام ـــــــــ اشرف برادران سلمہم الرحمٰن

ناشر ـــــــــ ادارۂ اسلامیات - انارکلی لاہور

مطبع ـــــــــ

قیمت ـــــــــ

ملنے کے پتے

ادارۂ اسلامیات، ۱۹۰ - انارکلی لاہور ۲

ادارۃ المعارف ڈاکخانہ دارالعلوم کراچی ۱۴

مکتبہ دارالعلوم، ڈاکخانہ دارالعلوم کراچی ۱۴

دارالاشاعت اردو بازار - کراچی ۱

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

فہرست

تدین قائداعظم رح

تعلیم و تربیت

قائداعظم کے سب سوانح نگار اس امر پر متفق اللسان ہیں کہ قائداعظم ایک معزز شیعہ خاندان کے چشم و چراغ تھے انہوں نے کسی دینی درسگاہ میں باقاعدہ مذہبی تعلیم حاصل نہ کی تھی۔ بلکہ میٹرک کا امتحان پاس کرتے ہی قریباً سولہ سال کی عمر میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان تشریف لے گئے تھے۔ جہاں وکالت پاس کرنے کے ساتھ ہی انہوں نے سیاسی بصیرت بھی حاصل کی تھی۔ قائداعظم کی تعلیم و تربیت چونکہ ایک ایسے ماحول میں ہوئی تھی جہاں مذہب کو سیاست سے بالکل الگ رکھا جاتا ہے۔ اس لئے وہاں کے اثرات کے ماتحت وہ بھی مذہب و سیاست کو الگ الگ رکھنا چاہتے تھے۔

انگلستان سے واپسی

ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ اسلامی سلطنت کے قیام کے سلسلہ میں سب سے پہلے وسط ۱۹۲۸ء میں تھانہ بھون کی خانقاہ امدادیہ سے جو آواز بلند ہوئی تھی۔ وہ علامہ اقبال کی تائید غیبی سے ۱۹۳۰ء کے آخر میں عوام تک پہنچ چکی تھی۔ اور اسی سال قائداعظم سیاسیات ہند سے عارضی کنارہ کشی کر کے لندن چلے گئے تھے۔ ۱۹۳۴ء میں جب وہ یہاں واپس تشریف لائے تو بقول ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اس وقت:۔

"مسلم سیاست ایک جسد بے جان تھا۔ اور عام طور پر یہی محسوس کیا جاتا تھا کہ مولانا محمد علی مرحوم کا جانشین مسلمانوں کو ملنا دشوار ہے مسلمان

اہل فکر اپنے سیاسی رہنماؤں کی طرف سے بددل تھے۔ مسلمان رہنما یا تو انگریزوں کی خوشامد کو اپنا شیوہ بنا چکے تھے اور جو اس طرز عمل سے بیزار تھے، وہ ہندو سیاست کا شکار تھے۔ ایک جماعت انگریز پرست سمجھی جاتی تھی اور دوسری ہندو پرست۔ مسلمانوں کے مفاد کے لئے انگریزوں اور ہندوؤں سے الجھنے والے یا کم از کم ایسے لوگ جو اسلامی مفاد کو دوسری مصلحتوں پر مقدم رکھیں، بہت کم تھے"۔ (نوائے وقت ۲۶ دسمبر ۱۹۵۵ء)

قائداعظم کی للکار

۱۹۳۶ء میں جب پنڈت جواہر لال نہرو نے یہ اعلان کیا کہ ہندوستان میں صرف دو فریق ہیں۔ انگریز اور کانگرس تو قائداعظم نے انہیں بروقت للکارا کہ ہندوستان میں صرف دو فریق ہی نہیں، ایک تیسرا فریق بھی ہے یعنی مسلمان۔ تو اس شیر کی گرج سے کانگرس کے ایوان اقتدار میں ایک زلزلہ سا آ گیا۔ ادھر مسلم لیگ نے قائداعظم کو لیگ کا مستقل صدر منتخب کر کے اور نئی انتخابی پالیسی کا اعلان کر کے کانگرس کو چیلنج کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کانگرس نے اپنی "توپوں" کا رخ قائداعظم کی طرف پھیر دیا اور بقول مسٹر خورشید حسن:۔

"ایک طرف تو ہندوستان میں کانگرسی اور ان کے زر خرید ایجنٹ قائداعظم کو کافر، مغربی تہذیب کا دلدادہ، اسلام سے بے بہرہ اور انگریز کا پٹھو کہہ کر ان سے مسلمانوں کو دور رکھنے کی ناکام کوشش کرتے رہے اور عامۃ المسلمین کو بھڑکاتے رہے اور ساتھ ہی دوسرے بیرونی ممالک اور خاص کر انگلستان میں ان کے سفیر قائداعظم کو رجعت پسند فرقہ پرست لکیر کے فقیر، مذہبی جنونی اور نہ جانے کس کس فرضی رنگ میں پیش کر کے آزادی پسند انگریز قوم کی نظروں میں ان کی سیاسی پوزیشن کمزور کرتے رہے"۔ (بحوالہ صدق)

احساس تبلیغ

مگر بمصداق ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کانگرس اور اس کی معاون مسلم جماعتوں کی ہر تخریبی کوشش تعمیر ملت کا باعث بنتی گئی مسلمان جو ہندو سامراج اور انگریز سامراج کے درمیان گیہوں کی طرح پس رہے تھے جہد للبقا کے لئے ایک نقطہ پر جمع ہو گئے۔ اور مسلم لیگ نے قائداعظم کی زیر کمان ان کی حفاظت و مدافعت کے لئے مورچہ لگا دیا۔ اگرچہ اس وقت تک عام طور پر یہی خیال تھا کہ:۔

"نہیں بنے گا پاکستان"

مگر تھانہ بھون کا مرد دوربین اپنی چشم فراست سے صاف دیکھ رہا تھا کہ:۔

"بن کے رہے گا پاکستان"

اس لئے اس دور اندیش اور خیر اندیش کو اب یہ فکر دامنگیر ہو رہی تھی کہ ہندوستان میں جو اسلامی سلطنت قائم ہو، اس کا نظام کتاب و سنت کے مطابق ہو۔ اور یہ تبھی ممکن تھا کہ امیر سلطنت اور ارکان سلطنت خود کتاب و سنت کے پیرو ہوں اس لئے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارباب مسلم لیگ کو تبلیغ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

بشارتِ اشرف

جس کی تفصیل تھانہ بھون کے رئیس اعظم، دربار اشرفیہ کے سفیر، خانقاہ امدادیہ کے مہتمم اور حضرت تھانوی کے برادر زادہ حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانوی کی "روئیداد تبلیغ" میں یوں درج ہے:۔

"واقعہ مئی ۱۹۳۸ء کا ہے کہ ایک روز دوپہر کا کھانا کھا کر میں اپنے دفتر میں کام کر رہا تھا۔ جو حضرت حکیم الامت کی سہ دری کے سامنے تھا حضرت حکیم الامت دوپہر کا کھانا نوش فرما کر قیلولہ کے لئے خانقاہ میں تشریف لائے۔ اپنی سہ دری میں پہنچ کر مجھے آواز دی میں فوراً حاضر ہوا اور سامنے بیٹھ گیا حضرت سر جھکائے ہوئے کچھ متفکر تشریف فرما تھے اس زمانہ تک پاکستان کا مشہور ریزولیوشن لاہور پاس نہیں ہوا

تھا۔ مگر کانگرس اور ہندوؤں کی ذہنیت بہت کچھ بے نقاب ہو چکی تھی اور عوام و خواص کی زبان پر یہ آگیا تھا کہ ہندو کے ساتھ مسلمان کا نباہ ناممکن ہے اس لئے مسلمانوں کے لئے علیحدہ سلطنت قائم کرنا ضروری ہے غرض حضرت نے دو تین منٹ کے بعد سر اٹھایا اور جو ارشاد فرمایا، اس کے الفاظ آج تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں اور بحمد للہ حافظہ میں محفوظ ہیں آپ نے فرمایا:۔

"میاں شبیر علی! ہوا کا رخ بتا رہا ہے کہ لیگ والے کامیاب ہو جاویں گے اور بھائی جو سلطنت ملے گی، وہ ان ہی لوگوں کو ملے گی۔ جن کو آج سب فاسق فاجر کہتے ہیں۔ مولویوں کو تو ملنے سے رہی۔ لہٰذا ہم کو یہ کوشش کرنا چاہیئے کہ یہی لوگ دیندار بن جاویں۔ اور بھائی آج کل کے حالات ایسے ہیں کہ اگر سلطنت مولویوں کو مل بھی جاوے، تو شاید مولوی چلا بھی نہ سکیں۔ یورپ والوں سے معاملات ساری دنیا سے جوڑ توڑ، ہمارے بس کا کام نہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ سلطنت کرنا دنیاداروں ہی کا کام ہے۔ مولویوں کو یہ کرسیاں اور تخت زیب بھی نہیں دیتا۔ اگر تمہاری کوشش سے یہ لوگ دیندار اور دیانتدار بن گئے اور پھر سلطنت ان ہی کے ہاتھ میں رہی، تو چشم ماروشن دل ماشاد۔ کہ ہم خود سلطنت کے طالب ہی نہیں، ہم کو تو صرف یہ مقصود ہے کہ جو سلطنت قائم ہو، وہ دیندار اور دیانتدار لوگوں کے ہاتھ میں ہو اور بس! تاکہ اللہ کے دین کا بول بالا ہو۔"

میں نے یہ ارشاد سن کر عرض کیا کہ پھر تبلیغ نیچے کے طبقہ یعنی عوام سے شروع ہو یا اوپر کے طبقہ یعنی خواص سے؛ اس پر ارشاد فرمایا کہ:۔

"اوپر کے طبقہ سے کیونکہ وقت کم ہے خواص کی تعداد کم ہے اور الناس علی دین ملوکھم۔ اگر خواص دیندار اور دیانتدار بن گئے، تو انشاء اللہ

عوام کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔" (روئیداد ص۱، ۲)

ترتیب وفد

۴ جون ۱۹۳۸ء کو بمبئی میں مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہو رہا تھا، ارباب لیگ کو تبلیغ کرنے کی غرض سے حضرت تھانوی نے اس اجلاس کے زمانہ میں ایک تبلیغی وفد بھیجنے کا فیصلہ فرمایا۔ آپ نے حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کو اس وفد کا امیر مقرر فرمایا۔ اور مولانا شبیر علی صاحب تھانوی اور مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی اور سہارنپور کے ایک تیسرے صاحب کو اس وفد کے ارکان کے طور پر انتخاب فرمایا۔ وفد کے اخراجات کے لئے آپ نے مبلغ تین سو روپیہ اپنی جیب خاص سے مولانا شبیر علی صاحب کے حوالے کئے اور انہیں فرمایا کہ :۔

"مولانا شبیر احمد ریل کے جس درجہ (سیکنڈ یا فرسٹ) میں سفر کرنا چاہیں، ان کے لئے اسی درجہ کا ٹکٹ لیا جائے اور تم لوگ تھرڈ یا انٹر میں سفر کرنا، اگر بمبئی میں خرچ کی اور ضرورت ہو، تو حکیم سعید صاحب گنگوہی (معروف حکیم اجمیری) سے لینا اور بمبئی ہی سے بذریعہ خط اس قرض کی رقم کی مجھے اطلاع دے دینا تاکہ میں ان کو روانہ کر دوں۔ واپس آ کر بتاؤ گے، تو ادائیگی میں دیر ہو جائے گی۔" (روئیداد ص۲)

مولانا شوکت علی کو اطلاع

آپ نے وفد کی روانگی کی اطلاع مولانا شوکت علی مرحوم کو بھیج دی اور احتیاطاً مندرجہ ذیل خط جناب محمد اسماعیل خانصاحب بیرسٹر ایم ایل اے وصدر مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ یو پی کو بھی لکھ دیا :۔

"مکرم و محترم جناب نواب محمد اسماعیل خانصاحب صدر مسلم لیگ صوبہ یو، پی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ بدست جناب وصل صاحب بلگرامی موصول ہوا۔ پڑھ کر بہت مسرت ہوئی الحمد للہ! آنجناب نے بھی شرکت علماء کی اہمیت کو محسوس فرمایا حسب مشورہ سامی آج ایک خط مولانا شوکت علی صاحب کی خدمت میں اس وفد کے قیام وغیرہ کے انتظام کی بابت لکھ دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ کھانے کا انتظام یہ حضرات خود کریں گے قصہ یہ ہے کہ انشاء اللہ یکم جون کو یہاں سے روانہ ہو کر یہ حضرات ۳ جون کی صبح کو ایکسپریس سے بمبئی پہنچیں گے۔ امید ہے جناب والا اس وفد کی شرکت کے لئے مسٹر محمد علی صاحب جناح اور دیگر اراکین مسلم لیگ سے اس درمیان میں تمام معاملات ضرور طے فرمالیں گے

والسلام!

اشرف علی از تھانہ بھون"

وفد کو ہدایات

مسلم لیگ کے روح رواں مسٹر محمد علی جناح سے گفتگو کرنے کے متعلق حضرت تھانوی نے مولانا شبیر علی صاحب کو حسب ذیل ہدایات دیں :۔

"جناح صاحب سے جو باتیں کرنی ہیں، وہ میں نے مولانا شبیر احمد کو خط میں لکھ دی ہیں وہ امیر الوفد بھی ہیں اور گفتگو کا سلیقہ بھی ان کو بہت بہتر آتا ہے لیکن اگر کسی سے گفتگو کا تم کو اتفاق ہو جائے، تو گفتگو میں اس کا لحاظ رکھنا کہ گفتگو نرم لہجہ میں ہو۔ اختلافی مسائل درمیان میں بالکل نہ آویں۔ اگر مخاطب اختلافی مسائل درمیان میں لانا چاہیئے، تو یہ لطائف الحیل اس سے گریز کرنا اور دوسری گفتگو شروع کر دینا۔ اگر مخاطب کے کسی عمل کے متعلق کچھ تنقید کرنا ہو، تو لہجہ تنقیدی نہ ہو، بلکہ ہمدردانہ اور تبلیغی ہو۔ الفاظ بھی نرم ہوں اور کلموا الناس علی قدر عقولھم کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب ایسا دینا جس کو مخاطب آسانی سے سمجھ سکے۔ جس کی میں ایک مثال دیتا ہوں کہ میں فتح پور ہسوہ سے الہ آباد جا رہا تھا۔ ریل میں کچھ علی گڑھ کے تعلیم یافتہ نوجوان ہم سفر ہو گئے۔

بھی یہ خوبیاں موجود تھیں یا نہ؟ قائدِاعظم کو ان انعامات واعزازات سے نوازا گیا یا نہ؟ ان سوالات کا جواب آپ کو مندرجہ ذیل واقعات سے ملے گا۔

پابندیٔ نماز ارکانِ اسلام میں ایمان بالغیب کے بعد سب سے بڑا رکن نماز ہے جو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ مبارک کے مطابق کفر وایمان میں امتیاز پیدا کرتی ہے؛ جس کی اہمیت کا اندازہ الخ امور سے لگایا جاسکتا ہے کہ

۱۔ اس کا قرآن میں ساڑھے سات سو مرتبہ ذکر آیا ہے۔

۲۔ جو بلا کسی عذرِ شرعی کے صحت وعلالت، جلوت وخلوت رزم وبزم اور سفر وحضر غرضیکہ کسی حالت میں بھی معاف نہیں۔

۳۔ امام اعظمؒ کے نزدیک اس کے تارک کے لئے بدنی سزا اور حبس دوام ہے، تاوقتیکہ توبہ نہ کرے اور۔

۴۔ دیگر تین آئمہ کے نزدیک اس کا تارک واجب القتل ہے۔

اسی لئے فاروقِ اعظم نے عنانِ خلافت سنبھالتے ہی اپنے تمام گورنروں کو لکھا تھا کہ:۔

ان اهم امورکم عندی الصلوٰۃ	میرے نزدیک تمہارے سب
فمن ضیعها فهو لما سواها اضیع	کاموں سے زیادہ اہم کام نماز
(مؤطا)	کی اقامت وپابندی ہے جس

نے اسے ضائع کیا اس نے دوسرے کاموں کو اور بھی زیادہ ضائع کیا۔

اور سفاکِ اعظم حجاج بن یوسف نے فتح کراچی کے مژدہ کے جواب میں محمد بن قاسم کو لکھا تھا کہ:۔

پنج وقتہ نماز پڑھنے میں سستی نہ ہو۔ تکبیر وقراُت، قیام وقعود، رکوع وسجود میں خداتعالٰے کے روبرو تضرع وزاری کیا کرو۔ زبان پر ہر وقت ذکرِ الٰہی جاری رکھو۔ کسی شخص کو شوکت وقوت خداتعالٰے کی مہربانی کے بغیر میسر نہیں ہو

سکتی۔ اگر تم خداتعالٰے کے فضل وکرم پر بھروسہ رکھو گے، تو یقیناً مظفر ومنصور ہوگے۔

"(آئینہ حقیقت نما صفحہ ۱۰۵ جلد اول)

چنانچہ مجددالملت حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اپنے تبلیغی وفد کے ذریعہ قائدِاعظم کی توجہ سب سے پہلے نماز کی طرف مبذول کرائی اور انہوں نے بکمالِ ندامت نماز نہ پڑھنے کے گناہ کا ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے اقرار کرتے ہوئے نماز پڑھنے کا وعدہ فرمایا۔ اور بعد ازاں تادمِ آخر پابندی کے ساتھ نماز پڑھتے رہے۔

اتباعِ سنت قائدِاعظم گو خاندانی شیعہ تھے اگر چونکہ ان کی دینی تربیت حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ذریعہ ہوئی تھی۔ اس لئے انہوں نے خود کو کتاب وسنت کا متبع بنالیا اور شیعہ کہلانا پسند نہ کیا۔ چنانچہ جب کوئٹہ میں انہیں ایک شیعہ وفد ملا اور اس نے اپنا استحقاق ظاہر کرتے ہوئے یہ کہا کہ آپ ہمارے فرقہ میں سے ہیں اور قائدِاعظم نے پوری جراُت سے فرمایا:

وہ فرقہ وارانہ امتیاز کو قطعاً پسند نہ کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے انگلو عریبک کالج ہال دہلی میں مسلم خواتین وطالبات کو خطاب کرتے ہوئے کھلے لفظوں میں فرمایا تھا کہ:۔

"اب مسلمانوں کی نجات اسی میں ہے کہ وہ متحد ہوجائیں وہ شیعہ، سنی اور وہابی کے امتیازات کو بالائے طاق رکھ دیں۔

(نوائے وقت لاہور ۷ر نومبر ۱۹۴۶ء)

اس پر وہ خود بھی عامل رہے اور ہمیشہ نماز اپنے آبائی طریقہ کی بجائے مسنون طریقہ سے پڑھتے رہے اور جب کبھی باجماعت نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا، تو سوادِ اعظم کی مسجد میں ہی نماز پڑھی، جس کا اہل تشیع کے ممتاز رہنما

راجہ صاحب محمود آباد کو شکوہ کرنا پڑا، مولانا شبیر علی صاحب اپنی روئیداد میں لکھتے ہیں کہ :

"جناب مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی غالباً اپریل یا مئی ۱۹۳۹ء میں لکھنؤ سے تھانہ بھون آئے۔ کیونکہ اخیر عمر میں وہ مستقل طور پر خانقاہ اشرفیہ میں ہی رہتے ہیں۔ انہوں نے حضرت تھانویؒ سے عرض کیا کہ جناح صاحب پر جناب کی تبلیغ کا بہت اثر ہوا ہے میں راجہ صاحب محمود آباد کے یہاں بیٹھا تھا، جو حال ہی میں دہلی سے آئے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ میں آپ کو ایک عجیب واقعہ سناؤں۔ وہ یہ کہ جناح صاحب باقاعدہ پنجگانہ نماز ادا کرتے ہیں اور نماز سنیوں کے طریق پر پڑھتے ہیں۔ گویا کہ یہ واقعہ حضرت کے فرستادوں کی فروری ۱۹۳۹ء کی ملاقات کے بعد کا ہے" (ص۱)

چنانچہ اخیر وقت ان کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ بھی مسنون طریق پر ہوئی۔

خوف وخشیت

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب انسان کسی بہت اونچے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو وہ عجب و تکبر کا شکار ہو جاتا ہے وہ خدا کو بھول جاتا ہے اور اپنی سرفرازی و سربلندی کو اپنی تدابیر اور زور بازو کا نتیجہ سمجھنے لگتا ہے۔ مگر ایک صاحبِ ایمان ایک ثانیہ کے لئے بھی اپنے خالق و مالک کو نہیں بھول سکتا۔ خواہ وہ دنیوی لحاظ سے کسی بڑے سے بڑے مقام پر کیوں نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ تبلیغی وفد نے جب قائداعظم سے سوال کیا کہ :

"آپ پر بھی تو نماز فرض ہے۔ آپ کیوں نہیں پڑھتے ؟"

تو اس وقت وہ کرسی پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ فرض کے لفظ سے دنیا کی کسی طاقت سے نہ ڈرنے والے قائداعظم پر اپنے مالک و خالق کا اتنا رعب اور خوف طاری ہوا کہ وہ آگے کو جھک گئے اور اپنی کوتاہی کی ہماری طرح

کوئی تاویل کرنے کی بجائے ایک خاصے مجمع کے سامنے نہایت ندامت کے لہجہ میں فرمایا کہ :

"میں گنہگار ہوں، خطاوار ہوں۔ آپ کو حق ہے کہ مجھے کہیں، میرا فرض ہے کہ اس کو سنوں، میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ نماز پڑھا کروں گا۔"

اور جب نماز شروع کی، تو ان پر بحالت نماز خشوع و خضوع کی کیفیت طاری رہنے لگی اور وہ اکثر خلوت میں احکم الحاکمین کے دربار میں سربسجدہ آہ وزاری کرتے دیکھے گئے۔ مولانا شبیر علی صاحب تھانوی اپنی روئیداد میں لکھتے ہیں کہ :

"میرے ایک معتبر دوست نے مجھ سے بیان کیا کہ ان سے مولانا حسرت موہانی صاحب نے بیان کیا کہ میں ایک روز جناح صاحب کی کوٹھی پر صبح ہی صبح ایک نہایت ضروری کام سے پہنچا اور ملازم سے میں نے اطلاع کرنے کو کہا۔ ملازم نے کہا کہ اس وقت ہم کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیئے، تھوڑی دیر میں جناح صاحب خود تشریف لے آویں گے۔ چونکہ مجھے نہایت ضروری کام تھا، اور میں اس کو جلد سے جلد جناح صاحب سے کہنا چاہتا تھا۔ اس لئے مجھے ملازم پر غصہ آیا اور میں خود کمرہ میں چلا گیا۔ ایک کمرے سے دوسرے کمرہ میں، پھر تیسرے کمرہ میں پہنچا تو برابر کے کمرہ سے مجھے کسی کے بہت ہی بلک بلک کر رونے اور کچھ کہنے کی آواز آئی۔ آواز چونکہ جناح صاحب کی تھی اس لئے میں گھبرایا اور آہستہ سے پردہ اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جناح صاحب سجدہ میں پڑے ہیں اور بہت ہی بے قراری کے ساتھ کچھ دعا مانگ رہے ہیں۔ میں دبے پاؤں وہیں سے واپس آگیا اور اب تو بھائی جب جاتا ہوں اور ملازم کہتا ہے کہ